ڈاکٹر ارشاد بیگم

استاد شعبہ اردو نمل، اسلام آباد

مرزا سعید کے کرداروں کی نفسیاتی کشمکش (مغربی فکر کے تناظر میں)

Dr. Irshad Begum

Senior Instructor, Department of Urdu, NUML, Islamabad.

Psychological Conflict of Mirza Saeed's Characters (In the Perspective of West)

Mirza Saeed is great Urdu novelist. His novels have great influence of western novels and culture. His First novel "Khawab e Hasti" in 1905 and second novel "Yasmin" was published in 1908. His second novel is very important in Urdu literature with respect to evolution in Urdu novel. It is first psychological novel in Urdu literature. There are many psychological conflicts in characters of his novels. West is a place of dreams for Eastern countries. Many people have ambition to go to West. Mirza Saeed's novels put light about these psychological conflicts. Like his contemporaries he also thinks that education is the only solution of Muslims conflicts and problems. He knew that Muslims hearts are empty with faith and beliefs. He thinks that westernization is the reasons which have made many problems for Muslims. There is a detail study about the psychological conflicts for western countries in this paper. Usman and Yasmin have great affection for western civilization. Although they live in the East but the West is dominant on their thinking. Both the characters rebel from their traditions and culture. They never think about the customs and norms of the existing society. They try to adopt western tradition by living in the east. This cultural conflict has been discussed in this paper.

Keywords: *Mirza Saeed, Psychological Conflicts, Urdu novels, Muslim people, Prostitute.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مرزا محمد سعید ایسے ناول نگار ہیں جو بیک وقت مشرقی اور مغربی ادب کا ذوق رکھتے تھے۔ ان کا پہلا ناول "خواب ہستی" ۱۹۰۵ء اور دوسرا ناول "یاسمین" ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا۔ "خواب ہستی" اردو ناول کے ارتقا میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اردو کا پہلا تجزیاتی اور نفسیاتی ناول تھا۔

سعید احمد دہلوی نے فنِ ناول نگاری میں روایات کے جمود کو توڑا چونکہ اس وقت تک اردو ناول سادگی سے زندگی اور فن کے درمیان رشتوں کو بیان کرتا تھا۔ کہیں کہیں معاشرتی عکاسی بھی موجود تھی تاہم زندگی کے فکری اور نفسیاتی پہلوؤں پر ابھی کام نہ ہوا تھا۔ اس کی ابتدا سعید دہلوی سے ہوئی۔ "خواب ہستی" کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر فاروق عثمان نے ان خیالات کا اظہار کیا:

> ہماری اجتماعی زندگی کے بظاہر چھوٹے چھوٹے مسائل معاشرے کا ناسور بن جاتے ہیں اور پھر یہ ناسور فرد کے دل و جگر کو بھی ایک رستا ہوا ناسور بنا دیتے ہیں۔ مزید بر آں یہی وہ ناول ہے کہ جس کی طباعت کے ساتھ ہماری اردو ناول نگاری کی روایت میں تجزیاتی اور نفسیاتی ناول کا آغاز ہوا۔[۱]

مرزا سعید کی ناول نگاری بھی ماضی کے ناول نگاروں کی طرح مقصدیت کے گرد گھومتی ہے۔ انھوں نے اپنے دور کے سیاسی اور سماجی پس منظر میں افراد کے انتشار کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس دور کے افراد کے خیالات کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔ اس زمانے میں لوگ جس بے چینی کا شکار تھے اسے سامنے لائے اور اس کی درست عکاسی بھی کی۔

مرزا سعید اپنے ہم عصر ناول نگاروں کی طرح بھی تعلیم کو مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل سمجھتے تھے۔ وہ اس تلخ حقیقت سے خوب آگاہ تھے کہ مسلمان نوجوانوں کے دل یقین سے خالی ہیں اور مذہب پر مغربی رونے پانی پھیر دیا ہے۔ وہ مسلمان نوجوانوں میں یقین جیسی خوبصورت اور پاک صفت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے فرد کی مشکلات کو ناول نگاری کا موضوع بنایا اور مسلمانوں کی اصلاح کی جدوجہد کی۔

عثمان" خواب ہستی" کا مرکزی کردار ہے جو دین و دنیا کی کشمکش میں الجھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ وہ شریف گھرانے سے تعلق رکھنے کے علاوہ تعلیم یافتہ بھی ہے لیکن عشق اور نو تعلیم یافتہ لوگوں کی صحبت نے نہ صرف اس کے سوچ و فکر میں تبدیلی پیدا کی بلکہ اس کے ذہن میں ایسے ایسے دقیق سوالات ابھارے کہ وہ خود ہی معاشرے کے لیے ایک معما بن کر رہ گیا۔ یہی ذہنی کشمکش مجسم شکل میں عثمان کے کردار میں نمایاں ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عثمان نے عاشق نامراد کی سی اضطرابی کیفیات کو پہلو میں چھپائے نہ صرف مذہب سے روگردانی کی بلکہ معاشرتی روایات اور اپنی خاندانی عزت کو بھی ملیامیٹ کر دیا۔ عثمان ایک ایسا بہکا ہوا کردار ہے جس کی زندگی میں دو ہی خواتین آتی ہیں اور دونوں ہی بازاری ہیں ایک حسن افروز اور دوسری شمیم۔ عثمان کے پہلے عشق کا پیش خیمہ رقص و سرور کی وہ محفل ہے جس کا اہتمام اس علاقے کے رئیس لالہ ہری رام اپنے بیٹے کی پیدائش پر کرتے ہیں۔ عثمان اپنے دوست یوسف کے اصرار پر اس محفل رقص میں جانے کے لیے رضامند ہوتا ہے اور بس وہیں رقاصہ حسن افروز کو دل دے بیٹھتا ہے اور اس کا بہترین مشغلہ حسن افروز کے تصورات میں کھونا ہے۔ عثمان کی اس اضطرابی کیفیت کو دیکھ کر اس کا دوست ایڈرین اسے مذہب کا سہارا لینے کا مشورہ دیتا ہے لیکن عثمان مغربی فکر سے اس قدر متاثر ہے کہ کسی قسم کے نتائج کی پرواہ کیے بغیر صاف صاف کہتا ہے۔ اس کا جواب بڑا ہی تلخ اور قابل غور ہے:

> ایڈرین افسوس تو یہی ہے کہ مذہب کا سہارا بھی نہیں ڈھونڈ سکتا۔ مدت ہوئی کہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کی سوسائٹی میں مذہب کو خیر باد کہہ چکا۔ میرے لیے اب کوئی اصلیت و قوت باقی نہیں رہی۔ کبھی دعا مانگتا ہوں تو خلوص قلب کے ساتھ نہیں محض طبیعت پر جبر کر کے۔[۲]

حسن افروز کے طلسماتی حسن نے عثمان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ اس قدر روایات شکن ہو چکا تھا کہ اسے کسی بات کی پرواہ نہ تھی کہ معاشرے میں رہنے والے دوسرے لوگ اس کے بارے میں کیا سوچیں گے وہ اپنے آپ کو درست سمجھتا تھا۔ اس لیے اسے خاندانی عزت و آبرو کا بھی خیال نہیں تھا کہ رقاصہ سے رشتہ جوڑنے کے بعد اس کے خاندان والے کن کن مصائب کا سامنا کر سکتے تھے۔ بس اس کے ذہن میں یہی تھا کہ حسن افروز ہی اس کا سب کچھ ہے۔ اور اگر اسے حسن افروز کو سجدہ بھی کرنا پڑا تو وہ دریغ نہیں کرے گا۔ صبح و شام اس کے دل میں حسن آرا کا خیال ہی رہتا۔ جس کا ثبوت ہمیں عثمان کی بیاض میں روزنامچے کی طرز پر تحریر کی گئی چند سطور میں ملتا ہے:

> ابھی کل کا ذکر ہے کہ محفل رقص میں حسن۔ یعنی رقاصہ کی صورت مجھے اس قدر بھائی کہ جی میں آتا تھا۔ سجدہ کر لوں کبھی اس امر کا خیال بھی نہیں ہوا کہ وہ ایسے گروہ میں سے ہے۔ جو پاکیزگی اور نیک چلنی سے کوسوں دور ہے۔۔۔[۳]

عثمان ان لوگوں میں سے تھا جو زندگی اپنے اصولوں کے مطابق گزارنا چاہتے ہیں وہ نہ صرف مذہبی پابندیوں سے ماورا ہے بلکہ معاشرتی جکڑ بندیوں سے بھی منحرف ہے۔ وہ نفسیاتی طور پر بازاری عورتوں غلام ہو چکا ہے۔ نو تعلیم یافتہ طبقے سے اس کے پرانے روابط ہونے کی وجہ سے اس کی سوچ بھی مغربی فکر کی عکاس ہے اسی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

لیے وہ بہت ہی زیادہ آزاد خیال نوجوان ہے۔ رات کی تنہائی میں جب اس کے سارے گھر والے سو جاتے ہیں تو وہ مذہب کے متعلق کئی سوالات کو سوچتا ہے یعنی اسے سوالات جن کا کوئی جواز نہیں۔ مثلاً وہ اس نکتے پر سوچتا ہے کہ مذہب نے اس دنیا کو عارضی کہا ہے اور اس کی تمام نعمتوں سے گریز کرنے کی تعلیم دی ہے اور مذہب بنانے والوں نے انسان کی طبیعت کو دنیا سے اچاٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ عثمان کے نزدیک یہ دنیا بہت ہی خوبصورت چیز ہے۔ اور وہ بلا روک ٹوک اس زندگی کی تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ وہ اس امر پر غور کرتا ہے:

> مذہب یہ سکھاتا ہے کہ صرف آئندہ زندگی کا دھیان کرو۔ لیکن موجود کو چھوڑ کر موعود کے بھروسے پر کون جیے؟ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ جال کے دو پرندے جھاڑی کے دس سے بہتر ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم خوبصورت اشیا کا مطالعہ نہ کریں دلفریب نظاروں میں سے آنکھیں بند کر کے گزر جائیں اور ایک مقدس عیسائی بزرگ کی طرح اس لاپروائی پر فخر کریں۔ اچھی صورتوں کو نہ دیکھیں۔ محض اس خیال سے کہ مذہب ہمیں نیچی نگاہ کر کے چلنے کو ہدایت کرتا ہے۔۔۔ (۴)

حسن افروز دہلی چلی جاتی ہے اور تھوڑے عرصے کے لیے اس سے تمام رابطے منقطع ہو جاتے ہیں کہ اسی دوران ایڈورڈ تھیٹریکل کمپنی کے پہلے شو میں جوگن کا کردار ادا کرنے والی لڑکی شمیم کا دیوانہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس دوران عثمان کی ماں اسے ماموں زاد ممتاز جہاں سے شادی کی پیش کش بھی کرتی ہے لیکن عثمان کو تو شاید بازاری عورتوں سے ملنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے۔

ایڈرین کو جب اپنے پیارے دوست عثمان اور شمیم کے تعلقات کا پتا چلتا ہے تو وہ بہت پریشان ہوتا ہے اور عثمان کو شمیم سے کسی بھی طرح کے تعلقات رکھنے سے منع کرتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان بحث و مباحثہ ہوتا ہے:

> ایڈرین: (متعجب ہو کر) تو کیا آپ اس سے شادی کریں گے؟
> عثمان: شادی ہو یا عمر بھر کا تعلق۔ تم جانتے ہو کہ میں قوانین مذہبی کا پابند نہیں۔ ایڈرین: اور اسی وجہ سے اخلاقی قوانین سے بھی آزاد ہو گئے ہو۔ مگر عثمان! یاد رکھو کہ یہ محض طفلانہ خیال ہے اگر کبھی بساطِ حیات پر غلط چال چلے تو عمر بھر پچھتاؤ گے۔ تم اپنی خاندانی اور ذاتی وجاہت پر غور کرو۔ اس ذمہ داری پر غور کرو۔ جو بلحاظ تعلیم یافتہ جماعت کا ایک رکن ہونے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کے تم پر عائد ہوتی ہے اور جس سے تم کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ تمہارا فرض ہے کہ دوسروں کے لیے قابلِ تقلید مثال قائم کرو نہ کہ اپنے بیہودہ فعل سے نہ صرف باپ دادا کی عزت کو بٹہ لگاؤ۔۔۔۔۔۔ایسی وہ کون سی جنت کی حور یا قاف کی پری ہے کہ تم دیکھتے ہی لٹو ہو گئے۔ (۵)

عثمان پر کسی کی باتوں کا اثر نہیں تھا وہ تو شمیم خود ہی دھوکا دے گئی محض اس بات پر کہ عثمان اس کے اخراجات کیسے پورے کرے گا۔ عثمان چاہتا تو ماموں کی بیٹی ممتاز جہاں سے شادی بھی کر سکتا تھا لیکن وہ تو ان عورتوں کو زیادہ مخلص اور خوش گفتار سمجھتا تھا۔ وہ اپنی رائے اپنی بیاض میں لکھتا ہے:

ان کو کیا خبر ہے کہ ایسی عورتیں جب چاہتی ہیں تو کس جوش جذبے کے ساتھ چاہتی ہیں۔ کیسے قیامت خیر الفاظ میں اپنے خوش نصیب عاشق کو خطاب کرتی ہیں۔ کن پیار کی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی ہیں۔ اپنی الفت کے کیا کیا ثبوت دیتی ہیں! اگر انھیں ان سب واقعات سے آگاہی ہوتی۔ تو وہ متعجب ہوتے کہ لوگ کیوں اس سے بھی زیادہ از خود رفتہ اور دیوانہ نہیں ہو جاتے۔ (۶)

شمیم سے محبت کی ناکامی کے بعد عثمان ملازمت کے سلسلے میں دہلی جاتا ہے اور پھر حسن افروز سے تعلقات استوار کر لیتا ہے۔ پہلے پہل تو وہ باہر میل جول سے ڈرتا ہے لیکن بعد میں ماں باپ کو مطلع کیے بغیر ہی حسن افروز (رقاصہ) سے شادی کر لیتا ہے:

فٹن بدرالحسن کے مکان کے سامنے جا کر ٹھہری اور دونوں اتر کر دیوان خانے میں گئے اور تھوڑی دیر میں ایک ملازم کے ہمراہ قاضی صاحب تشریف لے آئے۔ بدرالحسن اور ایک ان کے آشنا گواہ بنے اور شرعی مہر کے عوض میں شرع کی متین نگاہوں میں حسن افروز نے خود کو ازدواج کی سنہری رسی میں بندھوا دیا اور اس طرح پر دنیا کی شادی شدہ آبادی میں چپ چپاتے ایک اور اضافہ ہو گیا۔ (۷)

عثمان کے باپ اسحاق کو جب عثمان کے بارے میں پتا چلتا ہے تو وہ ان کے گھر آتا ہے اور حسن افروز سے درخواست کرتا ہے کہ میرے بیس سال کی کمائی لوٹا دو لیکن حسن افروز اپنے نکاح کا ذکر کرتی ہے تو وہ اپنے بیٹے سے تمام رشتے ناطے توڑ کر چلا جاتا ہے۔ عثمان نے ایڈرین کے نام اپنے خط میں نہ صرف حسن افروز کے لیے ستائشی کلمات

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کہے بلکہ ایک بزرگ سے ملاقات کا ذکر بھی کیا جسے محض حیرت میں ڈالنے کے لیے اس نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا:

> جناب میں ایک داڑھی منڈا انگریزی منش ہوں۔ قیودِ مذہبی کی میری نظروں میں کوئی ہستی نہیں۔ جس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ میں نے ایک رنڈی سے شادی کر لی ہے۔[۸]

عثمان اور حسن افروز اپنی شادی شدہ زندگی سے کافی خوش و خرم تھے کہ اسی اثنا میں حسن افروز کو اعصابی کمزوری کی بناء پر فالج ہو جاتا ہے اور وہ عثمان کا ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کی نفسیاتی پیچیدگیاں اور زیادہ کھل کر سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

> ایسی حالت میں خودکشی کرنا عین ثواب ہے۔ ہائے وہ میری آنکھوں کا نور۔ زندگی کی روشنی ہے۔ اگر وہی نہ رہی تو پھر زندگی سے کیا فائدہ؟ دنیا میں لے دے کے ایک یہی خوشی نصیب ہوئی تھی۔ اور اب یہ خوشی بھی میرے ہاتھ سے جاتی ہے۔[۹]

دوسری جگہ عثمان خدا کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

> ہاں وہ بڑا ظالم ہے جو کمزور انسانوں کو مبتلائے آلام دیکھ کر خوش ہوتا ہے اگر حسن افروز مر گئی تو میں خدا سے بالکل منکر ہو جاؤں گا یا ہمیشہ اسے جبار و قہار کے لقب سے یاد کروں گا اور اس کی سرکشی کو داخل ثواب سمجھوں گا۔[۱۰]

حسن افروز کی موت سے عثمان کو دھچکا لگا اور وہ مذہب سے اور بھی دور ہونے لگا لیکن اس کا دوست ایڈرین اسے سمجھا کر راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ تھوڑا وقت لگتا ہے لیکن عثمان کے خیالات میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ سہیل بخاری "خواب ہستی" اور "یاسمین" کے دونوں ہیرو کے انحراف کا موازنہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> خواب ہستی میں بہکانے والا ایک شیطان بدر ہے لیکن "یاسمین" میں اس کی ذمہ داری باپ کی سخت گیری کے سر ہے۔ بہر حال اسباب جو کچھ ہوں نتائج یکساں ہیں۔۔۔ لیکن "خواب ہستی" میں عثمان نے سماج سے جو بغاوت کی ہے اس کے باعث وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے۔[۱۱]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عثمان کے کردار میں ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے مؤقف کو دلیل کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کی دلیل قابل قبول ہو یا نہ ہو، بہر حال وہ ایک ایسے کردار کے طور پر سامنے آتا ہے جسے نہ تو اپنے مذہب کا خیال ہے اور نہ معاشرتی اقدار و روایات کا پاس۔

مرزا سعید کا ناول "یاسمین" اپنی بیش بہا خوبیوں کی وجہ سے خاصی مقبولیت کا حامل رہا۔ اس ناول کا مرکزی کردار "یاسمین" ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس کی ماں یہودی اور باپ مسلم تھا۔ یاسمیں نے صرف گیارہ دن تک اپنی ماں کا پیار پایا۔ نوزائیدگی میں ہی وہ اپنی ماں کے پیار سے محروم ہو گئی۔ ماں کی وفات کے بعد اس کی پرورش کا ذمہ اس کی پھوپھی بیگم نواب انیس الدولہ نے لیا۔ انھوں نے یاسمین کو اپنی بیٹیوں سے بھی بڑھ کر پیار دیا شاید اسی بنا پر اس میں خود اعتمادی حد سے بڑھ گئی۔

یاسمین ماڈرن اور تعلیم یافتہ تو تھی ہی لیکن سونے پہ سہاگہ یہ ہوا کہ احساس برتری نے اس میں اچھے برے عمل کی ممیز و تفریق کو ختم کر دیا۔ مغربی طرز فکر نے اسے ذہنی طور پر مفلوج کر دیا تھا اسی لیے مغربی طرز کے لباس کو پہننا اسے زیادہ پسند تھا۔ درج بالا تمام خصلتوں کے ساتھ اس نے ایک مصورہ کے روپ میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا۔ مردوں کو بے وقوف بنانا یا پھر ان کے جذبات سے کھیلنا تو شاید اس کا مشغلہ تھا۔ یاسمین کے کردار کے بارے میں ڈاکٹر صوبیہ سلیم لکھتی ہیں:

> ---ایک تتلی کی طرح ڈال ڈال منڈلا رہی ہے۔ اس کے خیالات اور گفتگو نہایت شستہ ہیں۔ اس میں ملمع کاری نہیں ہاں البتہ ایک کھردرا پن نمایاں ہے۔ جس میں بغاوت کی بو محسوس کی جا سکتی ہے۔ جو ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنے راستے خود بنانے کی قائل ہے۔ زندگی کے ہر ہر قدم پر محسوس ہوتا ہے کہ وہ دوسروں پر بھروسا نہیں کرتی وہ خود کو مختارِ کل سمجھتی ہے اور وہی کرتی ہے جس کو اپنے حق میں درست سمجھتی ہے۔[۱۲]

ناول میں یاسمین کا پہلا شکار اختر تھا جو کہ اس کے پھوپھا کے دوست غضنفر علی کا بیٹا تھا۔ غضنفر علی نے اپنے بیٹے کو کڑی قیود کے ساتھ پالا پوسا۔ نسوانی سائے سے بھی دور رکھا حتیٰ کہ ماں اور ماماؤں سے ملاقات کے اوقات تک مقرر کر رکھے تھے۔ جوان ہونے پر اختر کی شادی اپنے دوست کی بیٹی صفیہ سے کی۔ صفیہ معمولی پڑھی لکھی لیکن بیوی کی تمام اچھی صفات کی مالک تھی۔ اختر اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے خلاف تھا۔ وہ نواب انیس الدولہ کے گھر

(کلکتہ) سیر کی غرض سے قیام پذیر ہوتا ہے۔ بس یہیں سے اس کی بربادی اور یاسمین کی آزادہ روی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ کلکتہ میں موجود مصور پھول چندر "یاسمی" کے باغیانہ پن سے اختر کو آگاہ کرتا ہے:

پھول چندر: آپ کے میزبان کا گھرانہ پابندی اوقات کے معاملہ میں فوج کی چھاؤنی معلوم ہوتا ہے مگر اس ادب اور قاعدہ کے گھر میں ایک باغی بھی ہے۔

اختر: وہ کون؟

پھول چندر: یاسمی [۱۳]

چونکہ اختر ایک مرد تھا اور خوبصورت عورت پر ریجھ جانا فطری عمل تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ وہ "یاسمی" کی محبت کے جال میں پھنستا چلا گیا۔ "یاسمین" بہت ہی بے باک اور نڈر لڑکی تھی حالانکہ اس کے سامنے یہ حقیقت بھی عیاں تھی کہ اختر شادی شدہ اور بچے کا باپ بننے والا ہے۔ لیکن خود کو مختار کل سمجھنے کی وجہ سے وہ اس سوال کے جواب کو بھی اس رسمی استدلال سے سمجھتی ہے:

کیوں شادی شدہ میں کیا عیب ہے؟ وہ تو کنوارے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔۔۔۔ کنوارا آدمی نسبتاً ساقط الاعتبار ہے، شادی شدہ آدمی پر زیادہ انحصار ہو سکتا ہے کنوارا غرض مند ہے اور شادی شدہ بے غرض اور بے غرضی شرافت کی زیادہ مؤید ہے۔ [۱۴]

یاسمین مغربی طرزِ معاشرت سے قدر متاثر ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں خود کو مختارِ کل سمجھتی ہے اسی لیے وہ ایک شادی شدہ شخص اختر سے بغیر نکاح کیے ایک قریبی گاؤں میں سکونت پذیر ہو جاتی ہے۔ لیکن جب اختر چیچک جیسے موذی مرض میں مبتلا ہوا تو اس کے کمرے میں جانے سے بھی گریز کرتی ہے۔ شاید وہ اختر کے بدنما چہرے کو دیکھنے کی جرأت نہ رکھتی تھی۔ آہستہ آہستہ دونوں میں دوریاں پنپنے لگیں اور ایک دن بغیر بتائے وہ اختر کے دوست پھول چندر کو اپنا شکار بنا لیتی ہے اور اس کے ساتھ بھاگ جاتی ہے۔ اختر جب اسے تلاش کر لیتا ہے تو اسے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیتا ہے تو وہ سختی سے انکار کر دیتی ہے۔ اس کے تلخ الفاظ کچھ یہ تھے:

مجھے ان سے کوئی مطلب نہیں، میں ان سے تعلقات قطع کر چکی۔ معلوم نہیں اب یہ کیوں میرا پیچھا کرتے ہیں۔ [۱۵]

یاسمین کی اس بے رخی کے باوجود بھی اختر اپنے طرز عمل کی تلافی چاہتا ہے اور یاسمین کو دوبارہ پانے کی تمنا رکھتا ہے تو عنیزہ اسے سمجھاتی ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اول تو تلافی کی اب کوئی صورت نہیں وہ تمہارے پیغام صلح کو اپنی توہین خیال کرے گی۔ دوسرے میرا خیال ہے کہ اسے کوئی واقعی رنج نہیں وہ ان لوگوں میں سے ہے جو زندگی کو ایک کھیل تصور کرتے ہیں اور تم دیکھ لوگے کہ وہ بہت جلد کوئی تفریح کا سامان پیدا کر لے گی۔[۱۶]

''یاسمین'' اپنے دور کا ایک ایسا کردار ہے کہ جسے عورت پر عائد کردہ کسی بھی قسم کی پابندی کی پرواہ نہیں۔ شاید اسی لیے تتلی کی طرح پھول پھول پر منڈلانا اس کا شیوہ تھا۔ اسی فطرت کی بناء پر وہ پھول چندر کے ساتھ بھی زیادہ عرصہ نہ رہ سکی۔ پھول چندر اس کی بے وفائی کو نہ سہہ سکا اور اپنی دو بہنوں کو لاچار ماں کو چھوڑ کر خودکشی کا مرتکب ہوگیا۔ یہ راز اخبار کے مطالعہ کے دوران اختر کے سامنے فاش ہوتا ہے۔

کل ایک بنگالی لڑکے کی نعش ایڈن کارڈنز میں پڑی ہوئی ملی۔ اس کا دماغ گولی سے پاش پاش ہوگیا تھا، وہ پستول بھی مل گیا جس سے اس نے خودکشی کی۔۔۔ معلوم ہوا کہ خودکشی کا باعث محبت ہے۔ لڑکا ایک عورت کے پیچھے دیوانہ تھا جو اپنے آپ کو ''یاسمین'' کہتی ہے۔۔۔۔۔۔ بعد میں پھول چندر اور اس کی امیدوں کو مایوس کر کے ایک شخص فیاض علی کے ہمراہ چلی گئی اور اس سے شادی کرلی۔[۱۷]

''یاسمین'' کے کردار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزاد پنچھی کی طرح محوِ پرواز رہنا چاہتی ہے۔ ایسا آزاد پنچھی کہ جس کا نہ کوئی آشیانہ ہو اور نہ ہی ٹھکانہ۔ ''یاسمین'' کو نہ ہی معاشرے کی روایات کا شعور ہے اور نہ ہی گھر والوں کی عزت کا پاس۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں صرف اپنے لیے جینا چاہتی ہے اور اپنے ہی نفس کی خوشی چاہتی ہے۔

''عثمان'' اور ''یاسیمین'' کے کردار مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ اس لگاؤ کی بناء پر ان کی نفسیات پر بھی مغربی فکر کی اجارہ داری ہے۔ یہ کردار اپنے دور کی اقدار و روایات اور رسوم و رواج سے انحراف کرتے ہیں۔ دنیا کیا کہے گی اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ دونوں ہی اپنی دھن کے پکے ہیں۔ مشرقی سماج میں رہ کر مغربی طرزِ زندگی کو اپنانے کی کوشش ہی شاید ان کے لیے نفسیاتی الجھنوں کا باعث بنتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فاروق عثمان، ڈاکٹر، اردو ناول میں مسلم ثقافت، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۲ء، ص۲۲۹

۲۔ مرزا محمد سعید، خوابِ ہستی، الحمر اپبلشنگ اسلام آباد، طبع اول، ستمبر ۲۰۰۱ء ص۴۵

۳۔ ایضاً، ص، ۶۹

۴۔ ایضاً، ص، ۶۹

۵۔ ایضاً، ص، ۱۴۱، ۱۴۲

۶۔ ایضاً، ص، ۱۵۴

۷۔ ایضاً، ص، ۱۸۷

۸۔ ایضاً، ص، ۱۹۸

۹۔ ایضاً، ص، ۲۰۵، ۲۰۶

۱۰۔ ایضاً، ص، ۲۰۷

۱۱۔ سہیل بخاری، اردو ناول نگاری، مکتبہ جدید لاہور، بارِ اول، ۱۹۶۰ء، ص۱۰۶

۱۲۔ صوبیہ سلیم، ڈاکٹر، اردو ناول کے کلیدی نسوانی کردار، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص، ۷۱

۱۳۔ مرزا محمد سعید، یاسمیں، الحمر اپبلشنگ اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص

۱۴۔ ایضاً، ص

۱۵۔ ایضاً، ص

۱۶۔ ایضاً، ص

۱۷۔ ایضاً، ص